طبقاتی نظام میں غریب کو انصاف نہیں مل سکتا

تحریر: سہیل احمد لون

بلوچستان اسمبلی کے سابقہ ایم پی اے مجید خان اچکزئی کو بروز جمعہ کوئٹہ کی ایک مقامی عدالت نے ناکافی ثبوت کی بنیاد پر باعزت بری کر دیا۔ جون 2017ء میں جی پی او چوک کوئٹہ پر ٹریفک وارڈن حاجی عطاءاللہ اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ ایک کار نے ان کو روند ڈالا۔ وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے اور پولیس نے ابتدائی رپوٹ میں نامعلوم شخص کے خلاف بنائی مگر سی ٹی وی فوٹیج میڈیا اور سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کی وجہ سے ان کو مجبوراً اُس وقت کے ایم پی اے مجید خان اچکزئی کے خلاف قتل کا کیس بنانا پڑا۔ چھ ماہ بعد دہشت گردی کی عدالت(ATC) نے ان کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ بعد ازاں ان کا کیس دہشت گردی کی عدالت سے ماڈل کورٹ میں منتقل کر دیا گیا، مجید خان اچکزئی نے اس دوران ٹی وی چینلز پر آ کر اس بات کو تسلیم بھی کیا تھا کہ وہ کار چلا رہے تھے اور انکی کوشش ہے کہ مقتول کے اہل خانہ سے معاملات settle کر لیں۔ کوئٹہ کی مقامی عدالت کے جج جناب دوست محمد مندوخیل نے مجید خان اچکزئی کو باعزت بری کر دیا تو سوشل میڈیا پر ایک بحث چھڑ گئی۔ اگر دیکھا جائے تو شہید ہونے والا حاجی عطاءاللہ ایک غریب ٹریفک وارڈن تھا اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ طبقاتی نظام والے ملک میں کسی غریب کو انصاف ملے؟ تعجب کی بات یہ ہے کہ مجید اچکزئی تو اپنے جرم کا اعتراف میڈیا پر بھی کر چکا تھا اور سی ٹی وی فوٹیج میں واضح طور پر اس حادثے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر الیکٹرانک ثبوت ناکافی ہوتے ہیں تو سی سی ٹی وی لگانے کا کیا فائدہ؟ 2011ء میں لندن میں ہنگامہ آرائی اور لوٹ مار کے واقعات رونما ہوئے تو سی سی ٹی وی فوٹیج کو ثبوت بنا کر مجرموں کو سزائیں دی گئیں۔ بعض ماؤں نے ٹی وی پر فوٹیج دیکھ کر اپنے بیٹوں کو ہنگامہ آرائی اور لوٹ مار کرتے پہچان لیا تو خود اپنے بیٹوں کو پولیس کے حوالے کیا تاکہ ان کو قانون کے مطابق سزائیں مل سکیں۔ برطانوی حکومت نے ہنگامی بنیادوں پر چوبیس گھنٹے عدالتیں چلائیں اور ججز کو کسی قسم کی رعایت نہ دینے کا بھی کہا تاکہ معاشرے میں ایک مثال قائم ہوتا کہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عدالتی نظام صرف اشرافیہ کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہے جس کی کئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ریمنڈ ڈیوس کیس میں کیسے مکھن سے بال کی طرح امریکہ نے اسے نکال لیا تھا اس کا ذکر امریکی مصنف John Weisman نے اپنی کتاب KBL: Kill Bin Laden میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ امریکی انتظامیہ نے تو کچھ ڈالر دے کر ریمنڈ ڈیوس کو آزاد کروالیا تھا مگر مجید خان اچکزئی نے تو شہید کی فیملی کو دھمکیوں کے سوا کچھ نہ دیا۔ اسی طرح سابقہ وزیر صدیق کانجو کے بیٹے مصطفےٰ کانجو اور اسکے چار سیکورٹی گارڈز بھی اس وقت آزاد گھوم رہے ہیں، جس دن مصطفےٰ کانجو کو عدالت نے ایک نوجوان یتیم لڑکے زین کے قتل میں سزائے موت سنائی تو عدالت سے باہر نکلتے ہوئے مصطفےٰ کانجو نے بھی حسب روایت وکٹری کا نشان بنایا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اشرافیہ کے بگڑے سپوت کو کوئی سولی پر نہیں لٹکا سکتا۔ اسی طرح ماڈل گرل ایان علی کے کیس میں بھی ہوا۔ ایان علی کو ائیر پورٹ پر ڈالروں سے بھرا سوٹ کیس پکڑنے والا چند روز میں قتل کر دیا گیا اور ایان علی اس وقت دوبئی میں عیاشی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ظاہر ہے جس نے ڈالروں سے بھرا سوٹ کیس اسے دیا تھا وہ کوئی عام شہری تو ہو

نہیں سکتا تھا، بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوتے؟ پانامہ کیس میں میاں نواز شریف پر بھی عدالتوں نے ہاتھ ہولا رکھا ۔سزا یافتہ مجرم ہونے کے باوجود آج وہ ملکہ کے دیس میں ''علاج'' کروا رہے ہیں۔ کیا کسی عام شہری کو بیمار ہونے کی صورت میں علاج کے لیے جیل سے لندن بھیجنے کی اجازت مل سکتی ہے؟ جنرل (ر) عاصم سلیم باجوہ سے انکی جائیدادوں اور فیملی کاروبار کی تفصیل اور رسیدوں کی بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے، چار برس میں میاں صاحب نے منی ٹریل نہیں دی تو ایک جنرل (ر) تو پھر بھی ایک جنرل ہے۔ وطن عزیز میں ہائی پروفائل کیس میں کمیشن بنانے کا بھی رواج ہے جس کا نتیجہ آج تک کبھی انصاف کی صورت میں نہیں نکلا۔

پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ یہاں قانون و انصاف صرف عام آدمی کے لیے ہے اور بااثر افراد قانون سے بالاتر ہیں۔ اگر پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو قائد ملت کی شہادت سے لیکر حالیہ قومی ایئر لائن کے فضائی حادثے تک سانحات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ لیاقت علی خان کو عوامی جلسے میں شہید کیا گیا جس کے بعد ایک تحقیقاتی کمیشن بنا جس کی تحقیقات اور نتائج ہٹلر کی موت کی طرح آج بھی سوالیہ نشان ہیں، سقوط ڈھاکہ ہوا اس پر بھی ایک کمیشن بنا دیا گیا مگر اس کے محرکات، اسباب اور ذمہ داران کو کبھی منظر عام پر نہ لایا گیا، قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو آمرانہ غصب کی بھینٹ چڑھ گیا، اوجھڑی کیمپ کا سانحہ رونما ہوا اس پر بھی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن بنا مگر نتیجہ صفر۔ خود ساختہ مرد مومن دیگر سینئر جرنیلوں سمیت فضائی حادثے کا شکار ہو گیا جس کی تحقیقات ملکی اور بین الاقوامی اداروں سے کروائی گئی مگر اسباب اور ذمہ داران کو کبھی منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ کارگل کے حساس سانحے نے عوام کے دل و دماغ پر کاری ضرب لگائی مگر اس سانحہ پر بھی سول اور ملٹری قیادتوں نے مٹی ڈال کر ہمیشہ کے لیے گمنام قبرستان میں دفن کر دیا۔ پرویزی دور میں نواب اکبر بگٹی کا قتل ہوا پھر لال مسجد کا شرمناک واقعہ پیش آیا جن کے حقائق آج تک منظر عام پر نہیں لائے گئے۔ 12 مئی کا واقعہ رونما ہوتا ہے جس کے بعد ایک کمیشن تشکیل دیا گیا مگر اس کا انجام بھی پہلے جیسا ہی ہوا۔ لاہور میں سری لنکن کرکٹ ٹیم پر دن دیہاڑے حملہ ہوتا ہے اور حملہ آور کیمرے کی زد میں آجاتے ہیں مگر قانون کی زد میں آج تک نہ آسکے جس کے نتیجے میں بارہ برس تک ملک میں کوئی بین الاقوامی ٹیم میچ کھیلنے نہیں آئی اور ہم کو مجبوراً دوبئی، شارجہ اور ابوظہبی جا کر ہوم سیریز کھیلنا پڑا۔ محترمہ بینظیر بھٹو کے دور حکومت میں ان کا بھائی قتل ہو جاتا ہے مگر آج تک اس کی انکوائیری رپورٹ سامنے نہیں آئی، کارساز سانحہ میں محترمہ کی جان بچ گئی مگر لیاقت باغ میں وہ عوام کے سامنے سر عام دہشت گردی کا نشانہ بنا دی گئیں۔ ان کی شہادت کے بعد پانچ سالہ پیپلز پارٹی کے اقتدار میں اس کیس کی انکوائری تک نہ ہو سکی، ذمہ داران آج تک محفوظ ہیں۔ سیکورٹی فورسز اور حساس اداروں کے ہیڈ آفس سمیت، مہران بیس، کامرہ بیس، جی ایچ کیو، اور دیگر ٹریننگ سینٹروں پر دہشت گردی کے واقعات ہوئے، آرمی پبلک سکول میں سو سے زائد بچوں کو خون میں نہلا دیا گیا کمیشن بن گیا عسکری اور سول قیادتوں نے بڑے بڑے بیان داغ دیے اور حسب روایت نہ صرف ایک کمیشن بھی تشکیل دے دیا بلکہ نیشنل ایکشن پلان کا اعلان ہوا مگر آج تک ہم ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچانے میں ناکام رہے۔ ہمارے سیاسی اور عسکری رہنما اگلے سانحہ کا انتظار کریں گے جس کے بعد حسب روایت مذمت کی جائے گی، بلند و بالا دعوے کیے جائیں گے، متفقہ قرارداد پیش کی جائے گی، تحقیقاتی کمیشن بنایا جائے گا اور پھر کبھی منظر عام پر نہ آنے والی رپورٹ کا عوام کو انتظار کی بتی کے پیچھے لگا دیا جائے گا۔ گزشتہ دور حکومتوں میں میموگیٹ اور نیوز گیٹ سکینڈل اور ڈان لیکس سامنے آئے جن پر حسب روایت کمیشن بنائے گئے

اور نتیجہ بھی حسب منشاء اور حسب روایت ندارد۔ اگر عمران خان ڈھیٹ بن کر پانامہ لیکس کا شور برپا نہ کرتے اور اس ایشو کو زندہ نہ رکھتے تو ہوسکتا ہے اب تک یہ بھی کسی گمنام قبرستان میں دفن ہو چکا ہوتا، خواجہ آصف نے تو فلور آف دی ہاؤس کہہ بھی دیا تھا کہ پانامہ کو عوام چند روز میں بھول جائیں گے۔ عدالتوں سے کسی قسم کے فیصلے کی بھی توقع کی جا سکتی ہے، جیسے ماضی میں کیے گئے جن میں اصغر خان کیس قابل ذکر ہے۔ عدالت سے یا تو انسان باعزت بری ہوتا ہے یا مجرم بن کر سزا وار۔ مگر اصغر خان کیس دہائیوں گزرنے کے بعد بھی کسی کو قصوروار یا معصوم ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ دیارِ غیر میں جب کوئی گورا مجھے کسی حادثے کی خوفناکی سے ڈرارہا ہوتا ہے تو میں سینے پر ہاتھ رکھ کر فخر سے کہتا ہوں کہ میں اِس گفتگو سے خوفزدہ ہونے والا نہیں کیوں کہ ہم تو مصیبتوں کے پالے ہوئے ہیں، ہر نیا سورج ایک نیا دکھ اور نئی مصیبت لے کر طلوع ہوتا ہے اور ہر چاند ایک نئے غم کی ابتداء کی نوید سنا کر میرے دیس میں ڈھل جاتا ہے۔ برطانیہ تو میرے لیے انتہائی محفوظ ترین جگہ ہے مصیبت میں تو وہ ہیں جو ابھی تک پاکستان میں ہیں اور پاکستان سے وفاداری اور محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ جذبہ دیارِ غیر میں بسنے والے پاکستانیوں میں بھی اُسی شدت سے موجود ہے لیکن ایک بات تو انتہائی صرف اور سامنے کی ہے کہ ہم لوگ کم از کم محفوظ ضرور ہیں۔ یہاں موت آئے گی تو مریں گے اور ہمیں مرنے سے پہلے بچانے کی مکمل کوشش کی جائے گی لیکن میرے وطن میں تو موت کا پروانہ ہاتھ میں لیے قاتلوں کا بے رحم لشکر گھوم رہا ہے۔ قاتل اگر بااثر افراد سے ہو تو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی بجائے چوہدری شجاعت والا فارمولہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مٹی پاؤ...... تے ڈنگ ٹپاؤ۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

06-09-2020

sohailloun@gmail.com